© rasailojaraid.com

شرکۃ الوجوہ

(دوسری قسط)

مفتی وزیر احمد صاحب......جامعہ ضیائے مدینہ لیہ

اختلافِ دین اور شراکت؟

کثیر الجہات حاجات کی بنا پر مسلمانوں کو کافروں سے ''شرکت الوجوہ'' کے تحت شراکت داری کا معاملہ کرنا پڑتا ہے۔

۱۔ مسلمان جس شہر میں کاروبار کرنا چاہتا ہے وہاں کفار کا اتنا اثر ورسوخ ہے کہ کافر شریک کو اس کی وجاہت سے وہاں کی مصنوعات بآسانی قرض پر مل جائیں گی اور مسلمان شریک کو اس امر میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۲۔ مسلمان جن اشیاء کا کسی شہر میں مرکزی سطح پر کاروبار کرنا چاہتا ہے، ان اشیاء کی دیکھ بھال، فروخت، اور ''فنی وتکنیکی'' خرابی دور کرنے کا صحیح معنی تجربہ اس شہر کے کفار کو ہے۔

۳۔ مختلف النوع گاڑیاں اور جدید ایجادات کے تمام موجدین کے ہاں مسلمانوں کی وجاہت نہیں، بلکہ بعض کے ہاں کفار کی ساکھ ہے، جب تک ایک جنس کی تمام انواع شوروم پر نصب نہیں ہونگی اتنے تک کاروبار ماندر ہے گا اور کافر کی وجاہت سے غیر موجود اقسام ادھار پر مل جائیں گی، کاروبار بھی ارتقائی مراحل میں آئے گا۔

مذکورہ دشواریوں کے علاوہ عام حالات میں بھی اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کو شریک بنانا چاہے تو اس کے متعلق امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں ''مسلمان اور ذمی کے درمیان مفاوضہ ناجائز ہے اور عنان جائز ہے''۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''مسلمان اور ذمی کے مابین مفاوضہ بھی جائز ہے۔''

طرفین رحمہما اللہ کی عدم جواز کی دلیل یہ ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''مسلمان اور ذمی کے درمیان مفاوضہ اس لئے ناجائز ہے کہ'' تساوی فی التصرف کی شرط مفقود ہے'' اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ جواز کی دلیل یہ پیش فرماتے ہیں'' کہ مسلمان اور کافر کے درمیان ''مفاوضہ'' اس لئے جائز ہے۔ کیونکہ وہ دونوں ''وکالت اور کفالت'' کی اہلیت میں یکساں ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان اور مرتد کے درمیان مفاوضہ جائز نہیں، کیونکہ مرتد کی جمیع تصرفات موقوف ہوتی ہیں، لہٰذا اس کے مسلمان کے ساتھ تصرفات میں عدم مساوی ہونے کی وجہ سے ''مفاوضہ'' میں شرکت نادرست ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مسلمان اور مرتد کے درمیان ''مفاوضہ'' صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ''مفاوضہ'' علی الاطلاق کفالت کی مقتضی ہے (اس میں ثلث، ربع کی کوئی قید نہ ہے جبکہ) مرتد اس مریض کے بمنزل ہے جو مرض وفات میں ہے اور ایسے مریض کی وصیت فقط ایک ثلث صحیح ہوتی، اس سے زاید نہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ''ذمی اور مرتد'' کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان ''مفاوضہ'' کا جواز ہے، مگر مسلمان اور مرتد کے درمیان ''مفاوضہ'' کا عدم جواز ہے۔ کیونکہ مرتد کی ملک ناقص ہے، اس کی ملک اور تصرف کے ناقص ہونے کی وجہ سے وہ بمنزل ''مکاتب'' کے ہے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ: مسلمان کی کافر، ذمی اور مرتد کے مابین ''شرکت'' کے جواز اور عدم جواز سے متعلق لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا الْعُمُوْمُ فِي الْمُفَاوَضَةِ: وَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ فِي جَمِيْعِ التِّجَارَاتِ وَلَايَخْتَصُّ أَحَدُهُمَا بِتِجَارَةٍ دُوْنَ شَرِيْكِهِ

لِمَا فِي الْاِخْتِصَاصِ مِنْ اِبْطَالِ مَعْنَى الْمُفَاوَضَةِ وَهُوَ الْمُسَاوَاةُ وَعَلَى هٰذَا يَخْرُجُ قَوْلُ أَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا الرَّحْمَةُ: أَنَّهُ لَاتَجُوْزُ الْمُفَاوَضَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَبَيْنَ الذِّمِّيِّ، لِأَنَّ الذِّمِّيَّ يَخْتَصُّ بِتِجَارَةٍ لَايَجُوْزُ ذٰلِكَ لِلْمُسْلِمِ وَهِيَ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ فَلَمْ يَسْتَوِيَا فِي التِّجَارَةِ فَلَايَتَحَقَّقُ مَعْنَى الْمُفَاوَضَةِ وَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ يَجُوْزُ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي أَهْلِيَّةِ الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ وَتَجُوْزُ مُفَاوَضَةُ الذِّمِّيَّيْنِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي التِّجَارَةِ.

''مفاوضہ'' (کی شرائط میں سے ہے کہ اس) میں عموم ہو: اور اس میں عموم یہ ہے کہ وہ جمیع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجارات میں ہو اور شریکین میں سے کوئی ایک کسی تجارت کے ساتھ اپنے شریک کے سوا مختص نہ ہو، کیونکہ اختصاص کی صورت میں ''مفاوضہ'' کے معنی کا ابطال لازم آئے گا اور ''مفاوضہ'' کا معنی مساوات ہے اسی بنا پر امام اعظم، ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں ''مفاوضۃ مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں ۔ کیونکہ ذمی ایسی تجارت کرسکتا ہے جو مسلمان کے لئے جائز ہی نہیں جیسے شراب اور خنزیر کی تجارت۔ لہذا مسلمان اور ذمی تجارت میں یکساں نہ ٹھہرے، مفاوضہ کا معنی بھی متحقق نہ ہوگا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک (ذمی اور مسلمان کے مابین شرکت مفاوضہ) جائز ہے کیونکہ ''وکالت اور کفالت کی اہلیت'' میں دونوں برابر ہیں اور دو ذمیوں کے درمیان مفاوضہ درست ہے کیونکہ دونوں تجارت میں برابر ہیں۔

وَأَمَّامُفَاوَضَةُ الْمُسْلِمِ وَالْمُرْتَدِّ ذَكَرَالْكَرْخِيُّ: أَنَّهَاغَيْرُ جَائِزَةٍ، وَكَذَارَوَى عِيْسَى بْنُ أَبَانَ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّ تَصَرُّفَاتِ الْمُرْتَدِّمُتَوَقِّفَةٌ عِنْدَهُ لِوُقُوْفِ أَمْلَاكِهِ فَلَايُسَاوِى الْمُسْلِمُ فِي التَّصَرُّفِ فَلَايَجُوْزُ، كَمَالَاتَجُوْزُبَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ. وَذَكَرَمُحَمَّدٌفِي ''الْاَصْلِ'' وَقَالَ: قِيَاسُ قَوْلِ أَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّهُ يَجُوْزُ، يَعْنِيْ قِيَاسُ قَوْلِهِ فِي الذِّمِّيِّ. وَلِأَبِيْ يُوْسُفَ: أَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَامِنْ حَيْثُ اَنَّ مِلْكَ الْمُرْتَدِّ نَاقِصٌ لِكَوْنِهِ عَلٰى شَرَفِ الزَّوَالِ، أَلَاتَرَى أَنَّ قَاضِيًالَوْقَضٰى بِبُطْلَانِ تَصَرُّفِهِ وَزَوَالِ مِلْكِهِ يَنْفُذُقَضَائُهُ وَاِذَاكَانَ نَاقِصَ الْمِلْكِ وَالتَّصَرُّفِ نُزِّلَ مَنْزِلَةَ الْمُكَاتَبِ بِخِلَافِ الذِّمِّيِّ. وَلَوْفَاوَضَ مُسْلِمٌ مُرْتَدَّةً ذَكَرَالْكَرْخِيُّ اَنَّهَالَاتَجُوْزُوَقَالَ الْقُدُوْرِي رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَهُوَظَاهِرٌعَلٰى اَصْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ، لِأَنَّ الْكُفْرَعِنْدَهُمَايَمْنَعُ اِنْعِقَادَالْمُفَاوَضَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ.

اور بہر حال مسلمان اور مرتد کے مابین ''مفاوضۃ'' امام کرخی نے یہ ذکر کیا ہے کی ناجائز ہے اور عیسی ابن ابان نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ''مرتد کی املاک کے وقوف کی وجہ سے اس کے تصرفات بھی موقوف ہوں گے لہذا مرتد تصرف میں مسلمان کے برابر نہیں ہوگا (تو مفاوضہ میں اس کے ساتھ شرکت) بھی جائز نہیں جیسا کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ ''ذمی'' کے متعلق امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر قیاس کرتے ہوئے (مسلمان اور مرتد کے مابین مفاوضہ) جائز ہونی چاہیے (جبکہ امام ابویوسف رحمہ اللہ ''مرتد'' کو ذمی پر قیاس نہیں کرتے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ''وہ ذمی اور مرتد کے درمیان اس حیثیت سے فرق کرتے ہیں'' مرتد کی ملک ناقص ہے کیونکہ وہ زوال کے قریب ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ اگر قاضی اس کے تصرف کے بطلان اور ملک کے زوال کا فیصلہ کردے تو اس کی قضا نافذ ہوگی۔ اور جب ملک اور تصرف ناقص ہوا تو وہ بمنزل مکاتب کے ہے بخلاف ذمی کے۔ امام کرخی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ''اگر مسلمان مرتدہ سے مفاضہ کرے تو ناجائز ہے۔ اور قدوری رحمہ اللہ نے یہ کہا: وہ طرفین رحمہما اللہ کی دلیل پر ظاہر ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کفر مسلمان اور کافر کے درمیان مفاوضہ کے منعقد ہونے کے لئے مانع ہے۔

(وَأَمَّا) أَبُوْيُوسُف فَالْكُفْرُ عِنْدَهُ غَيْرُ مَانِعٍ وَإِنَّمَا الْمَانِعُ نُقْصَانُ الْمِلْكِ وَالتَّصَرُّفِ وَهٰذَا لَا يُوْجَدُ فِي الْمَرْأَةِ وَأَمَّا مُفَاوَضَةُ الْمُرْتَدَّيْنِ أَوْ شَرِكَتُهُمَا شَرِكَةَ الْعِنَانِ فَذٰلِكَ مَوْقُوْفٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلٰى مَا أَصْلُهُ فِيْ عُقُوْدِ الْمُرْتَدِّ أَنَّهَا مَوْقُوْفَةٌ، فَإِنْ أَسْلَمَا جَازَ عَقْدُهُمَا وَإِنْ قُتِلَا عَلٰى رِدَّتِهِمَا أَوْ مَاتَا أَوْ لَحِقَا بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَ وَأَمَّا عَلٰى قَوْلِهِمَا فَشَرِكَةُ الْعِنَانِ جَائِزَةٌ لِأَنَّ عُقُوْدَهُمَا نَافِذَةٌ. (وَأَمَّا) مُفَاوَضَتُهُمَا فَقَدْ ذَكَرَ الْقُدُوْرِي رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَجُوْزَ وَأَمَّا عِنْدَ أَبِيْ يُوسُفَ: فَلِأَنَّ نُقْصَانَ الْمِلْكِ يَمْنَعُ الْمُفَاوَضَةَ كَالْمُكَاتَبِ. وَمِلْكُهُمَا نَاقِصٌ لِمَا ذَكَرْنَا فَصَارَا كَالْمُكَاتَبَيْنِ وَأَمَّا عِنْدَ مُحَمَّدٍ: فَلِأَنَّ الْمُرْتَدَّ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَرِيْضِ مَرَضَ الْمَوْتِ وَكَفَالَةُ الْمَرِيْضِ مَرَضَ الْمَوْتِ لَا تَصِحُّ إِلَّا مِنَ الثُّلُثِ وَالْمُفَاوَضَةُ تَقْتَضِيْ جَوَازَ الْكَفَالَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَإِنْ شَارَكَ مُسْلِمٌ مُسْلِمًا ثُمَّ ارْتَدَّ أَحَدُهُمَا فَإِنْ قُتِلَ أَوْ مَاتَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ وَإِنْ رَجَعَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَهُمَا عَلَى الشَّرِكَةِ لِأَنَّهُ إِذَا قُتِلَ أَوْ مَاتَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ زَالَتْ أَمْلَاكُهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ مِنْ حِيْنِ ارْتَدَّ فَكَأَنَّهُ مَاتَ فَبَطَلَتْ شَرِكَتُهُ وَإِنْ أَسْلَمَ فَقَدْ زَالَ التَّوَقُّفُ وَجُعِلَ كَأَنَّ الرِّدَّةَ لَمْ تَكُنْ وَلِهٰذَا قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: إِنَّ الْمُرْتَدَّ مِنْهُمَا إِذَا أَقَرَّ ثُمَّ قُتِلَ لَمْ يَلْزَمْ إِقْرَارُهُ شَرِيْكَهُ لِأَنَّ الْمِلْكَ يُحْكَمُ بِزَوَالِهِ مِنْ وَقْتِ الرِّدَّةِ فَقَدْ أَقَرَّ بَعْدَ بُطْلَانِ الشَّرِكَةِ

اور بہرحال امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کفر مانع نہیں، مانع ملک اور تصرف کا نقصان ہے اور یہ زن میں مفقود ہے۔ مرتد شریکین کا ''شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان'' (پر عقد) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عقود مرتد کے اصل کے مطابق موقوف ہے، مرتد شریکین اگر اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لے آئیں تو ان کا عقد جائز ہوگا، اگر ارتداد پر قتل کئے جائیں یا مر جائیں، دار الحرب میں چلے جائیں تو پھر باطل ہو جائے گا، اور صاحبین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق مرتدین کے مابین شرکت العنان جائز ہے۔ کیونکہ ان کے عقود نافذ ہیں۔ اور ان کی شرکت مفاوضہ امام قدوری رحمہ اللہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ لائق اور مناسب یہی ہے کہ ناجائز ہے۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ملک میں کمی اور نقصان مکاتب کی طرح ''مفاوضہ'' کے لئے مانع ہے۔ اور (مرتدین) کی ملک! مذکورہ دلیل کی بنا پر ناقص ہے تو ایسے شریکین مکاتبوں کی مثل ہو جائیں گے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ''مرتد'' بمنزل مرض الموت میں مبتلا مریض کے ہے اور مرض وفات میں مریض کی کفالت ایک ''ثلث'' کی حد تک صحیح ہے۔ ''مفاوضہ'' علی الاطلاق کفالت کی مقتضی ہے (نہ کہ بقدر تہائی)۔

دو مسلمان اگر شرکت کریں، پھر ان میں سے ایک مرتد ہو جائے (پھر ارتداد کی وجہ سے) وہ قتل ہو جائے یا مر جائے، دار الحرب چلا جائے تو شرکت باطل ہو جائے گی، ہاں اس سے قبل لوٹ آئے تو دونوں شرکت پر ہوں گے۔ کیونکہ مرتد جب قتل کر دیا جائے یا طبعی موت مر جائے، دار الحرب میں لاحق ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی املاک ارتداد کے وقت سے باطل ہو جائیں گی۔ گویا کہ وہ مر گیا ہے اور اسکی شرکت باطل ہوگئی ہے، ہاں اگر وہ اسلام لے آئے تو توقف زائل ہو جائے گا اور اس کا ارتداد کالعدم قرار دیا جائے گا، اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں شریکین میں سے مرتد جب اقرار کرے پھر قتل کیا جائے تو اس کا اقرار اس کے شریک کو لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ ملک کے ختم ہونے کا حکم وقتِ ردۃ سے لگایا جائے گا اور اس نے بطلانِ شرکت کے بعد اقرار کیا ہے۔

وَاَمَّا عَلٰى قَوْلِهِمَا: فَاِقْرَارُهُ جَائِزٌ عَلٰى شَرِيْكِهٖ وَكَذَا بَيْعُهُ وَشِرَاؤُهُ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ عِنْدَهُمَا اِنَّمَا بَطَلَتْ بِالْقَتْلِ اَوْ بِاللِّحَاقِ فَكَانَتْ بَاقِيَةً قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَفَذَ تَصَرُّفُهُ وَاِقْرَارُهُ وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يُشَارِكَ الذِّمِّيَّ لِاَنَّهُ يُبَاشِرُ عُقُوْدًا لَا تَجُوْزُ فِي الْاِسْلَامِ فَيَحْصُلُ كَسْبُهُ مِنْ مَحْظُوْرٍ فَيُكْرَهُ وَلِهٰذَا كُرِهَ تَوْكِيْلُ الْمُسْلِمِ الذِّمِّيَّ وَلَوْ شَارَكَهُ شِرْكَةَ عِنَانٍ جَازَ كَمَا لَوْ وَكَّلَهُ.

اور صاحبین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کا اقرار اپنے شریک پر جائز ہے اور ایسے ہی اس کی خرید و فروخت کیونکہ ''شرکت'' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک قتل یا دار الحرب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں چلے جانے سے باطل ہوتی ہے،اس سے پہلے باقی ہوگی ،اسکا تصرف اوراقرار بھی نافذ ہونگے ۔اور مسلمان کی ذمی سے شراکت داری مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ ایسی عقود کریگا جو اسلام میں ناجائز ہیں تو اس کا کسب محظور سے حاصل ہوگا اور اسی لئے مسلمان کو ذمی وکیل کرنا مکروہ ہے البتہ شرکت عنان میں اس سے شراکت داری جائز ہے جیسا کہ اسے وکیل کرنا۔

(بدائع الصنائع:۸۱/۵:مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ عبداللہ بن تمر تاشی رحمہ اللہ اور علامہ علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(یَسْتَلْزِمُ التَّسَاوِیَ فِی الدِّیْنِ)وأَجَازَهَاأَبُوْیُوْسُفَ مَعَ اِخْتِلَافِ الْمِلَّةِ مَعَ الْکَرَاهَةِ(فَلَاتَصِحُّ)مُفَاوَضَةً وَاِنْ صَحَّتْ عِنَاناً(بَیْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ)وَلَوْمُکَاتَباًأَوْمَأْذُوْناً(وَصَبِیٍّ وَبَالِغٍ وَمُسْلِمٍ وَکَافِرٍ) لِعَدَمِ الْمُسَاوَاةِ

(مفاوضہ شریکین کے درمیان)دین میں تساوی کو مستلزم ہے ،امام ابو یوسف رحمہ اللہ ملت میں اختلاف کے باوجود(شریکین کے مابین مفاوضہ) کے کراہت کے ساتھ جواز کے قائل ہیں ۔آزاد اور غلام کے درمیان اگرچہ مکاتب یا ماذون ہو، بچے اور بالغ کے درمیان، مسلمان اور کافر کے درمیان مفاوضہ صحیح نہیں عدم مساوات کی وجہ سے ،اگرچہ ''عنان'' صحیح ہے۔

(تنویر الابصار، درمختار مع شامی،۳۶۹/۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْکَافِرَاِذَااشْتَرٰی خَمْراًأَوْخِنْزِیْراً لَایَقْدِرُالْمُسْلِمُ أَنْ یَبِیْعَهُ وَکَالَةً مِنْ جِهَتِهٖ فَیَفُوْتُ شَرْطُ التَّسَاوِیْ فِی التَّصَرُّفِ

کیونکہ کافر جب شراب یا خنزیر خریدے گا تو مسلمان(شریک) کافر کی جانب سے وکالتاً اس کی بیع پر قادر نہیں ہوگا تو تساوی فی التصرف کی شرط فوت ہوجائے گی۔ (فتاوی شامی،۳۶۹/۳:مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

معروف محقق علامہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

وَعَلٰی هٰذَایُفْهَمُ سَبَبُ اشْتِرَاطِ أَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍأَنْ تَکُوْنَ الْمُفَاوَضَةُبَیْنَ مُسْلِمِیْنَ ،فَلَاتَصِحُّ بَیْنَ مُسْلِمٍ وَکَافِرٍ؛لِأَنَّ الْکَافِرَالذِّمِّیَّ مَثَلًایَخْتَصُّ بِتِجَارَةٍلَاتَجُوْزُلِلْمُسْلِمِ وَهِیَ تِجَارَةُ الْخَمْرِوَالْخِنْزِیْرِ وَقَالَ أَبُوْیُوْسُفَ تَجُوْزُالْمُفَاوَضَةُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بَیْنَ مُسْلِمٍ وَ کَافِرٍ لِاسْتِوَاءِھِمَا فِیْ اَھْلِیَّۃِ الْوَکَالَۃِ وَالْکَفَالَۃِ...اَنَّھَا تَجُوْزُ بَیْنَ الْمُسْلِمِ وِ الذِّمِّی لِاَنَّہٗ لَاتُشْتَرَطُ الْمُسَاوَاۃُ فِیْ شِرْکَۃِ الْعِنَانِ

(مفاوضہ کا معنی چونکہ مساوات ہے) اسی سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ''امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا یہ شرط لگانا ''مفاوضہ'' دو مسلمانوں کے درمیان ہو اس کا سبب (یہی معنی ہے) لھذا مسلمان اور کافر کے درمیان ''مفاوضہ'' صحیح نہیں ہوگی کیونکہ کافر ذمی ایسی تجارت سے کرتا ہے جو مسلمان کے لئے ناجائز ہے اور وہ شراب اور خنزیر کی تجارت ہے۔اور امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''مفاوضہ'' مسلمان اور کافر کے درمیان جائز ہے۔ کیونکہ وہ دونوں ''وکالت اور کفالت'' کی اہلیت میں یکساں ہیں۔(عنان) مسلمان اور ذمی کے مابین صحیح ہے کیونکہ ''شرکت العنان'' میں مساوات کی شرط نہیں ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/ ۷۔۶۰۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نفع بقدر ملک ہوگا۔

اگر شریکین ''شرکت الوجوہ'' کی قسم مفاوضہ کے تحت عقد شرکت کریں گے تو پھر نفع ملک کے فیصد کے اعتبار سے ہوگا، جس شریک کی اشیاء مشتریات میں جتنی ملکیت ہوگی اتنا وہ نفع لے گا، یوں نہیں کہ ملکیت اس کی نصف ہو اور نفع تین حصے لے، شریکین اگر اس طرح شرکت کریں تو عقد شرکت فاسد ہوگا اور شریکین کا نفع میں استحقاق بقدر ملک ہوگا، کیونکہ منافع کا حقدار ہونا تین وجوہ سے ہوتا ہے۔مال، عمل اور ضمان سے۔

شرکت الوجوہ میں نفع کا استحقاق ضمان کی وجہ سے ہے اور ضمان کی بدولت نفع کا جواز عقلاً نقلاً اگرچہ پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے، مگر نفع کی مقدار بقدر ملک ہونا بھی بعید از قیاس نہیں۔چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ''

منافع ضمان کی وجہ سے ہیں۔(بدائع الصنائع:۵/ ۸۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لَایَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ الرِّبْحُ مُخَالِفًا لِقَدْرِ الْمِلْکِ وَعِبَارَۃُ الْکَنْزِ وَاِنْ شَرَطَا مُنَاصَفَۃَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْمُشْتَرِیْ أَوْ مُثَالَثَتَهٗ فَالرِّبْحُ كَذَالِكَ وَبَطَلَ شَرْطُ الْفَضْلِ اه قَالَ فِي النَّهْرِ لِاَنَّ اِسْتِحْقَاقَ الرِّبْحِ فِيْ شِرْكَةِ الْوُجُوْهِ بِالضَّمَانِ وَهُوَ قَدْرُ الْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرِیْ فَكَانَ الرِّبْحُ الزَّائِدُ عَلَيْهِ رِبْحَ مَالَمْ يُضْمَنْ بِخِلَافِ الْعِنَانِ فَاِنَّ التَّفَاضُلَ فِي الرِّبْحِ فِيْهَا مَعَ التَّسَاوِیْ فِي الْمَالِ صَحِيْحٌ لِاَنَّهَا فِيْ مَعْنَى الْمُضَارَبَةِ مِنْ حَيْثُ اِنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَعْمَلُ فِيْ مَالِ صَاحِبِهٖ فَالْتَحَقَتْ بِهَا.

نفع کا مشتریٰ کی مقدار سے کم وبیش ہونا جائز نہیں اور کنز میں ہے اگر شریکین نے خریدی جانے والی اشیاء میں مناصفہ یا مثالثہ کی شرط لگائی تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور زائد کی شرط باطل ہوگی اور نہر میں (اسکی دلیل یہ دی گئی) ہے ''شرکت الوجوہ'' میں نفع کا استحقاق ''ضمان کی وجہ سے ہے اور ضمان مشتریٰ میں بقدر ملک ہوتی ہے تو (ملک سے) زائد نفع طے کرنا غیر مضمون چیز کا نفع ہے۔

البتہ (شرکت الوجوہ کی قسم) ''عنان'' میں مال میں برابری کے باوجود نفع میں زیادتی صحیح ہے۔ کیونکہ (عنان) معنیٰ کے لحاظ سے مضاربت ہے چونکہ شریکین میں ہر ایک اپنے پتی دار کے مال میں عمل کرتا ہے۔ تو عنان مضاربت کے ساتھ لاحق ہوگئی۔

(فتاویٰ شامی: ۳۸۲/۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَهٰذَا لِاَنَّ الرِّبْحَ لَا يُسْتَحَقُّ اِلَّا بِالْمَالِ اَوْ بِالْعَمَلِ اَوْ بِالضَّمَانِ فَرَبُّ الْمَالِ يَسْتَحِقُّهٗ بِالْمَالِ وَالْمُضَارِبُ بِالْمَالِ، وَالْاُسْتَاذُ الَّذِیْ يَتَلَقَّى الْعَمَلَ عَلَى التِّلْمِيْذِ بِالنِّصْفِ بِالضَّمَانِ وَلَا يُسْتَحَقُّ بِمَاسِوَاهَا اَلَا تَرٰی اَنَّ مَنْ قَالَ لِغَيْرِهٖ تَصَرَّفْ فِيْ مَالِكَ عَلٰى اَنَّ لِيْ رِبْحَهٗ لَا يَجُوْزُ لِعَدَمِ هٰذِهِ الْمَعَانِيْ. وَاسْتِحْقَاقُ الرِّبْحِ فِيْ شِرْكَةِ الْوُجُوْهِ بِالضَّمَانِ عَلٰى مَابَيَّنَّاهُ وَالضَّمَانُ عَلٰى قَدْرِ الْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرٰی فَكَانَ الرِّبْحُ الزَّائِدُ عَلَيْهِ رِبْحَ مَالَمْ يُضْمَنْ فَلَا يَصِحُّ اشْتِرَاطُهٗ اِلَّا فِي الْمُضَارَبَةِ، وَالْوُجُوْهُ لَيْسَتْ فِيْ مَعْنَاهَا بِخِلَافِ الْعِنَانِ.

نفع کا استحقاق (تین چیزوں ہوتا ہے) ا۔ مال سے ۲۔ عمل سے ۳۔ ضمان سے۔ مالدار اور مضارب دونوں مال کے ذریعے نفع کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔ اور وہ استاذ جو شاگرد کو کام نصف (اجرت لینے کے عوض) دیتا ہے وہ ضمان کی وجہ سے نفع لیتا ہے اس کے علاوہ نفع کا استحقاق نہیں، کیا ایسا نہیں ہے اگر کوئی شخص اپنے علاوہ سے کہے ''اپنے مال میں اس شرط پر تصرف کر کہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا نفع میرے لئے ہوگا'' تو اس طرح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جن اسباب سے بندہ نفع کا مستحق ہوتا ہے وہ (تینوں اسباب یہاں) مفقود ہیں۔ اور ''شرکت الوجوہ'' میں نفع کا استحقاق بیان کردہ اصول کی رو سے ضمان کی وجہ سے ہے اور مشتری میں بقدر ملک ضمان ہوگی اور خریدی ہوئی چیز کی مقدار سے زاید نفع لینا غیر مضمون اشیاء کا نفع ہے اور مضاربت کے علاوہ اس کی شرط غیر صحیح ہے اور شرکت وجوہ مضاربت کے معنیٰ میں نہیں بخلاف (شرکت) عنان کے۔

(بحرالرائق: ۳۰۶/۵: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَاِنْ شَرَطَا اَنَّ الْمُشْتَرٰی بَیْنَهُمَا نِصْفَانِ وَالرِّبْحُ کَذٰلِکَ یَجُوْزُ وَلَایَجُوْزُ اَنْ یَتَفَاضَلَا فِیْهِ. وَاِنْ شَرَطَا اَنْ یَکُوْنَ الْمُشْتَرٰی بَیْنَهُمَا اَثْلَاثًا فَالرِّبْحُ کَذٰلِکَ

شریکین اگر یہ شرط لگائیں ''مشتری'' ان کے مابین نصف ونصف ہے اور نفع بھی ایسے ہوگا تو جائز ہے مگر نفع میں تفاضل جائز نہیں اور اگر شریکین نے یہ شرط لگائی کہ مشتری ان کے مابین اثلاثا ہوگی تو نفع بھی ایسے ہوگا۔

(ہدایہ: ۶۱۳/۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفع میں تفاضل کب جائز ہے؟

شریکین شرکت الوجوہ کی قسم ''عنان'' کے تحت اگر عقد شرکت کریں تو پھر مال میں برابری کے باوجود نفع میں تفاضل جائز ہے کیونکہ ''عنان'' معنیٰ کے لحاظ سے مضاربت ہے اور شریکین میں سے ہر ایک اپنے پتی دار کے مال میں عمل کرتا ہے تو ''عنان'' مضاربت کے ساتھ لاحق ہوگئی۔ ''عنان'' کی مضاربت کے ساتھ مشابہت اور لحوق کی وجہ سے ربح میں تفاوت جائز ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلرِّبْحُ عَلٰی مَاشَرَطَا وَالْوَضِیْعَةُ عَلٰی قَدْرِ الْمَالَیْنِ''

''نفع شریکین کی طے شدہ شرط کے مطابق ہے اور نقصان بقدر مال ہوگا۔''

(بحرالرائق ۲۹۲/۵: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

☆ہر کہ ایں شش را بہ راحت دائم ☆ دائم از سر صاحب ساند☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَأَمَّا شَرِكَةُ الْعِنَانِ فَلَا يُرَاعَى لَهَا شَرَائِطُ الْمُفَاوَضَةِ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهَا أَهْلِيَّةُ الْكَفَالَةِ...وَلَا الْمُسَاوَاةِ فِي الرِّبْحِ فَيَجُوزُ مُتَفَاضِلًا وَمُتَسَاوِيًا لِمَا قُلْنَا.

بہرحال ''شرکۃ العنان'' اس میں (شرکت مفاوضہ) کی شرائط کی رعایت ضروری نہیں ،اس میں کفالت کی اہلیت کی شرط ہے ،نہ نفع میں یکسانیت کی شرط ، بلکہ نفع میں تفاضل بھی جائز ہے اور تساوی بھی۔

(بدائع الصنائع:۸۲/۵: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَيَصِحُّ التَّفَاضُلُ فِي الْمَالِ لِحَاجَةِ إِلَيْهِ...وَيَصِحُّ أَنْ يَتَسَاوَيَا فِي الْمَالِ وَيَتَفَاضَلَا فِي الرِّبْحِ وَقَالَ الزُّفَرُ وَالشَّافِعِيُّ لَا يَجُوزُ لِأَنَّ التَّفَاضُلَ فِيهِ يُؤَدِّي إِلَى رِبْحِ مَالَمْ يُضْمَنْ فَإِنَّ الْمَالَ إِذَا كَانَ نِصْفَيْنِ وَالرِّبْحُ أَثْلَاثًا فَصَاحِبُ الزِّيَادَةِ يَسْتَحِقُّهَا بِلَا ضَمَانٍ إِذِ الضَّمَانُ بِقَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ وَلِأَنَّ الشَّرِكَةَ عِنْدَهُمَا فِي الرِّبْحِ لِشَرِكَةٍ فِي الْأَصْلِ وَلِهَذَا يَشْتَرِطَانِ الْخَلْطَ فَصَارَ رِبْحُ الْمَالِ بِمَنْزِلَةِ نَمَاءِ الْأَعْيَانِ فَيَسْتَحِقُّ بِقَدْرِ الْمِلْكِ.

(شرکت عنان) میں ضرورت کی وجہ سے مال میں تفاوت اور برابری صحیح ہے اور شریکین کے لئے نفع میں کمی بیشی بھی صحیح ہے۔امام زفراورامام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں (یہ چیز) جائز نہیں ۔کیونکہ تفاضل اس چیز کے نفع کی طرف مؤدی ہے جو غیر مضمون ہے۔

(شریکین کا) مال جب نصف نصف ہواور نفع تین تہائی (کیا جائے ایک شریک ایک تہائی لے اور دوسرا دوتہائی) تو دوتہائی نفع لینے والا بلا ضمان نفع کا مستحق ہورہا ہے۔حالانکہ ضمان بقدر رأس المال ہوتی ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک نفع میں شرکت اصل (مال میں) شرکت کی بدولت ہے اسی لئے وہ خلط کی شرط لگاتے ہیں تو گویا کہ مال کا نفع بمنزل اعیان کے بڑھنے کے ہے لہذا وہ بقدر ملک حقدار ہوگا۔ (ہدایہ:۶۰۹/۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفع کی مقدار کا تعین لازمی ہے۔

شریکین میں سے ہرایک کے لئے نفع کی مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے، کیونکہ بیع میں ثمن اگر مجہول ہو یا اجارہ میں اجرت مجہول ہوتو عقد فاسد ہوتا ہے ایسا ہی شرکت میں ہے، اور تعین اس

☆ [illegible] ☆ [illegible] ☆
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے ضروری ہے کیونکہ شرکت میں معقودعلیہ نفع ہے اور معقودعلیہ کی جہالت مفسد عقد ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ''شرکت'' کی جمیع انواع کو جو شرائط عام ہیں ان میں لکھتے ہیں۔

وَمِنْهَا: اَنْ يَكُوْنَ الرِّبْحُ مَعْلُوْمَ الْقَدْرِ، فَاِنْ كَانَ مَجْهُوْلًا تَفْسُدُ الشِّرْكَةُ، لِاَنَّ الرِّبْحَ هُوَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ وَجَهَالَتُهُ تُوْجِبُ فَسَادَ الْعَقْدِ، كَمَا فِي الْبَيْعِ وَالْاِجَارَةِ. وَمِنْهَا: اَنْ يَكُوْنَ الرِّبْحُ جُزْءً ا شَائِعًا فِي الْجُمْلَةِ لَا مُعَيَّنًا، فَاِنْ عَيَّنَا عَشْرَةً اَوْ مِائَةً اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ كَانَتِ الشِّرْكَةُ فَاسِدَةً، لِاَنَّ الْعَقْدَ يَقْتَضِيْ تَحَقُّقَ الشِّرْكَةِ فِي الرِّبْحِ وَالتَّعْيِيْنُ يَقْطَعُ الشِّرْكَةَ لِجَوَازِ اَنْ لَا يَحْصُلَ مِنَ الرِّبْحِ اِلَّا الْقَدْرُ الْمُعَيَّنُ لِاَحَدِهِمَا فَلَا يَتَحَقَّقُ الشِّرْكَةُ فِي الرِّبْحِ.

(ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ) نفع کی مقدار معلوم ہو، اگر مجہول ہو تو شرکت فاسد ہوگی۔ کیونکہ نفع معقودعلیہ ہے اور معقودعلیہ کی جہالت مفسد عقد ہے۔ جیسا کہ بیع اور اجارہ میں۔ نیز (یہ بھی شرط ہے) کہ کل آمد میں نفع جز، شائع ہو، معین نہ ہو (شریکین ایک شریک کے لیے) دس یا سو درہم طے کرلیں تو شرکت فاسد ہوگی، کیونکہ عقد نفع میں تحقق شرکت کا مقتضی ہے اور تعیین قاطع شرکت ہے۔ چونکہ بعید نہیں کہ نفع کا حصول بقدر معین ہو (جو کہ ایک حصہ دار کا فقط طے شدہ حصہ بنے اور اس طرح) شرکت فی الربح غیر متحقق ہوگی۔ (بدائع الصنائع: ۵/۷۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شرائطِ قاطعِ شرکت مفسد ''عقد'' ہیں۔

''شرکت الوجوہ'' میں جتنے شرکاء ہوں گے اگر ان میں سے کوئی یہ شرط لگائے ''جمیع وجہا'' کے مابین منافع کی تقسیم سے قبل اتنا نفع میں اٹھالوں گا، باقی بعد میں تقسیم کیا جائے گا، تو ایسی شرط مفسد عقد شرکت ہے، خواہ تمامی شرکاء اس پر راضی ہوں۔ کیونکہ ایسی شرط قاطع شرکت ہے، شریکین کے مابین ایسی شرط کا منتفی ہونا ضروری ہے، بعید نہیں کہ نفع اتنا حاصل ہو جتنا ایک شریک اپنے لئے حصہ مختص کررہا ہے اور باقی شرکاء تہیدست رہ جائیں۔

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَا يَجُوْزُ الشِّرْكَةُ اِذَا شُرِطَ لِاَحَدِهِمَا دَرَاهِمُ مُسَمَّاةٌ مِنَ الرِّبْحِ لِاَنَّهُ شَرْطٌ يُوْجِبُ اِنْقِطَاعَ الشِّرْكَةِ فَعَسَاهُ وَلَا يَخْرُجُ اِلَّا الْقَدْرُ الْمُسَمّٰى لِاَحَدِهِمَا وَنَظِيْرُهُ فِي

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَلْمُزَارَعَةُ

جب شریکین میں سے کسی ایک کے لئے معین درہم کی نفع سے شرط لگائی جائے تو شرکت جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شرط انقطاع شرکت کی موجب ہے ممکن ہے کہ بقدر مسمی ان میں سے ایک لئے (نفع) حاصل ہو اور اس کی مثال مزارعت میں ہے۔ (ہدایہ: ۲/ ۶۱۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفع کا مقابل مال یا عمل، ضمان ضروری ہے۔

''شرکت الوجوہ'' کی متنوع جوازی صورتوں میں شریکین کے لئے ''نفع'' کی شرح میں بھی بہت تنوع پایا جاتا ہے۔

۱۔ دونوں وجیہ برابر کے ضامن ہوتے ہیں، عمل بھی کرتے ہیں اور نفع دونوں کے مابین برابر ہوتا ہے، اس میں جواز ہے۔

۲۔ ضامن دونوں ہوتے ہیں، کام ایک کے ذمہ ہوتا ہے اور کام کرنے والے کے لئے نفع کی شرح دوسرے شریک کی بنسبت زائد طے کی جاتی ہے، کیونکہ اس کا مال بھی ہے اور عمل بھی، ایسی صورت میں کوئی کلام نہیں۔

۳۔ ایک وجیہ زائد یا مساوی رأس المال کا ضامن ہے اور کام کی شرط بھی اسی پر لگائی گئی ہے، مگر نفع اس کے لئے کم طے پایا گیا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَاِنْ شَرَطَا الْعَمَلَ عَلَى أَحَدِهِمَا، فَاِنْ شَرَطَاهُ عَلَى الَّذِیْ شَرَطَالَهُ فَضْلَ الرِّبْحِ جَازَ وَالرِّبْحُ بَیْنَهُمَا عَلَى الشَّرْطِ فَیَسْتَحِقُّ رِبْحَ رَأْسِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالْفَضْلَ بِعَمَلِهِ وَاِنْ شَرَطَاهُ عَلَى أَقَلِّهِمَا رِبْحًا لَمْ یَجُزْ، لِاَنَّ الَّذِیْ شَرَطَالَهُ الزِّیَادَةَ لَیْسَ فِی الزِّیَادَةِ مَالٌ وَلَا عَمَلٌ وَلَا ضَمَانٌ. وَقَدْ بَیَّنَّا اَنَّ الرِّبْحَ لَا یُسْتَحَقُّ اِلَّا بِاَحَدِ هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ الثَّلَاثَةِ. وَاِنْ كَانَ الْمَالَانِ مُتَفَاضِلَیْنِ وَشَرَطَا التَّسَاوِیَ فِی الرِّبْحِ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ أَنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ عِنْدَ اَصْحَابِنَا الثَّلَاثَةِ اِذَا شَرَطَا الْعَمَلَ عَلَیْهِمَا وَكَانَ زِیَادَةُ الرِّبْحِ لِاَحَدِهِمَا عَلٰى قَدْرِ رَأْسِ مَالِهِ بِعَمَلِهِ وَاَنَّهُ جَائِزٌ وَعَلٰى قَوْلِ زُفَرَ لَا یَجُوْزُ، وَلَا بُدَّ اَنْ یَكُوْنَ قَدْرُ الرِّبْحِ عَلٰى قَدْرِ رَأْسِ الْمَالَیْنِ عِنْدَهُ وَاِنْ شَرَطَا الْعَمَلَ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَاِنْ شَرَطَاهُ عَلَى الَّذِیْ رَأْسُ مَالِهِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أَقَلُّ جَازَ وَيَسْتَحِقُّ قَدْرَ رِبْحِ مَالِهِ بِمَالِهِ وَالْفَضْلَ بِعَمَلِهِ، وَإِنْ شَرَطَاهُ عَلَى صَاحِبِ الْأَكْثَرِ لَمْ يَجُزْ لِأَنَّ زِيَادَةَ الرِّبْحِ فِي حَقِّ صَاحِبِ الْأَقَلِّ لَا يُقَابِلُهَا مَالٌ وَلَا عَمَلٌ وَلَا ضَمَانٌ

اگر شریکین نے اُس ایک شریک پر عمل کی شرط لگائی جس کے لئے نفع زاید طے پایا گیا تھا، تو ایسا کرنا جائز ہے اور نفع شریکین کے درمیان حسب معاہدہ ہوگا، زاید نفع لینے والا رأس المال کا نفع مال کے عوض لے گا اور اضافی (حصہ) اپنے کام کے عوض لے گا۔ اگر ان نے کام کی شرط اس کے لئے لگائی جس کے لئے نفع کم طے پایا تھا تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ (کام کرنے والا نفع جب کم لے گا، حالانکہ اس کا رأس المال بھی ہے اور عمل بھی تو فقط رأس المال والا) جس کے لئے زاید نفع شریکین کے درمیان طے پایا گیا ہے اس کے لئے زاید نفع لینے کی صورت میں نہ مال ہے، نہ عمل ہے اور نہ ہی ضمان ہے۔ حالانکہ ماقبل میں یہ ضابطہ بیان ہو چکا ہے کہ نفع کا استحقاق فقط ان تینوں (یعنی مال، عمل اور ضمان) سے ہوتا ہے۔

علی ھذا القیاس! شریکین کے مال متفاضل ہوں اور وہ نفع میں تساوی کی شرط لگائیں (تو ایسی صورت بھی) اسی اختلاف پر مبنی ہوگی، چنانچہ ایسا کرنا ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے، جبکہ کام کی شرط دونوں کے لئے ہو، تو رأس المال کی مقدار سے زاید نفع لینے والا اپنے عمل کی بدولت لے گا (نہ کہ بلا عوض لینے والا ہوگا) اور اس طرح جواز ہے۔ اور امام زفر رحمہ اللہ کا قول عدم جواز کا ہے، ان کے نزدیک ضروری ہے کہ نفع ''رأس المالین'' کی بقدر ہو۔ (رأس المال کم وبیش ہونے کی صورت میں) اگر ایک شریک پر عمل کی شرط لگائی (تو اس کی دو صورتیں متصور ہونگی۔ ۱۔) اگر کام کی اس پر شرط لگائی جس کا رأس المال کم ہے تو پھر جائز ہے کیونکہ رأس المال کے عوض نفع کا حقدار ٹھہریگا اور زاید کا کام کی وجہ سے مستحق ہوگا۔ اور اگر شریکین عمل کی شرط اس آدمی پر لگادی جس کا مال زاید ہے تو پھر جواز نہیں، کیونکہ صاحب اقل کی حق میں نفع کی جو زیادتی ہے اس کا مقابل نہ مال ہے، نہ عمل اور نہ ضمان۔ (بدائع الصنائع: ۸۳/۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خسارہ بقدرِ ملک ہوگا۔

متعدد وجوہات سے شرکاء کے رأس المال کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور ان کا کاروبار خسارہ میں ڈوب سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ اندورنی یا بیرونی سبب سے مکمل مال ضائع ہوگیا۔مثلاً شوروم یا گودام،دکان،فیکٹری کوآگ لگ گئی،سب کچھ راکھ ہوگیا۔

۲۔ وجیہوں نے جو مال خریدا،منڈیوں میں اس کی قیمت گرگئی،شرکاء بجائے نفع کے خسارہ باہم تقسیم کرنے پر مجبور ہوگئے۔

۳۔کسی ایک شریک کی عمل سے مال تلف ہوگیا۔

غرضیکہ!نقصان کا باعث جو بھی ہو(ماسواء ایک صورت کے)اسے شرکاء پر برابر تقسیم نہیں کیا جائے گا،بلکہ جس وجیہ کا جتنے فیصد مال ہوگا،خسارہ بھی وہ اتنے فیصد اٹھائے گا،ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ ایک شریک کا کاروبار میں ایک چوتھائی حصہ ہواور نقصان اس کے کندھوں پر نصف ڈال دیا جائے۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَالْوَضِيعَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَالَيْنِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا،لِأَنَّ الْوَضِيعَةَ اِسْمٌ لِجُزْءٍ هَالِكٍ مِنَ الْمَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَالِ

نقصان بقدر مال ہوگا خواہ مال برابر ہو یا کم وبیش،کیونکہ(وضیعۃ)نقصان مال سے ضائع ہونے والے حصہ کا نام ہے لہذا وہ بقدر مال مقدر ہوگا۔(بدائع الصنائع:۵/۸۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اگر کسی ایک شریک کے عمل سے تمام پونجی ضائع ہوجائے تو اس کی دوصورتیں ہیں۔۱۔بلاتعدی اگر اس سے نقصان ہوا تو اس پر ضمان نہیں۔۲۔اگر اس کی طرف سے تعدی ہوئی تو پھر اس پر چٹی ہوگی۔

شرکت فاسدہ کا حکم؟

اگر تمام شرکا یا ایک شریک نے''عقد شرکت''میں ایسی شرط لگائی جو مفسد عقد شرکت ہے،تو پھر طے شدہ شرائط کے تحت منافع تقسیم نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی کسی وجیہ کو نفع سے محروم رکھا جائے گا،بلکہ ہر ایک کو اس کے رائس المال کے بقدر نفع ملے گا۔

علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَكُلُّ شَرِكَةٍ فَاسِدَةٍ فَالرِّبْحُ فِيهَا عَلٰى قَدْرِ الْمَالِ وَيَبْطُلُ شَرْطُ التَّفَاضُلِ لِأَنَّ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الرِّبۡحَ فِيۡهِمَا تَابِعٌ لِلۡمَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدۡرِهِ كَمَا اَنَّ الرَّيۡعَ تَابِعٌ لِلۡبَذۡرِ فِي الۡمُزَارَعَةِ وَالزِّيَادَةُ اِنَّمَا تُسۡتَحَقُّ بِالتَّسۡمِيَةِ وَقَدۡ فَسَدَتۡ فَبَقِيَ الۡاِسۡتِحۡقَاقُ عَلٰى قَدۡرِ رَاۡسِ الۡمَالِ

ہرایسی شرکت جوفاسدہو،اس میں نفع بقدرمال ہوگا،رائس المال سے فاضل نفع جائزنہیں ہوگاہرایسی شرکت جوفاسدہو،اس میں نفع بقدرمال ہوگا،رائس المال سے فاضل نفع جائزنہیں ہوگا۔کیونکہ نفع اس میں مال کے تابع ہے،لہذانفع بقدرمال ہوگاجس طرح کہ پیداوارمزارعت میں تخم کے تابع ہے۔زیادتی کااستحقاق طے کرنے کے باعث ہوتاہےاوروہ فاسدہوچکی ہے،اب استحقاق بقدررائس المال ہوگا(ہدیہ:۲/۶۱۴،مکتبہ رحمانیہ لاہور)۔(ہدیہ:۲/۶۱۴،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

زیرطبع نئی کتب

جناب مفتی وزیراحمد صاحب کی زیرطبع نئی کتاب انشاءاللہ جلدآرہی ہے

امورِ پیشہ وراں،عصری معاملات اوران کاشرعی حل

زیراہتمام: جامعہ ضیائے مدینہ ماہی وال جمال چھپری لیہ

ملنے کاپتہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنزلاہورکراچی......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی......مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی......جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولاہور......جامعہ رضویہ ضیاءالعلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

مالِ مسروق کی خریداری

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انہ قال من اشتری سرقۃ وھو یعلم انھا سرقۃ فقد اشترک فی عارھا واثمھا.(السنن الکبری للبیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا......جس نے یہ جانتے ہوئے چوری کامال خریدا(کہ یہ چوری کاہے)تووہ اس چورکی برائی اورگناہ میں برابرکاشریک ہے۔

(چوری کے جوتوں اورچھینے گئے موبائل وغیرہ کی خریدوفروخت کاحکم خودسمجھ لیجئے)

☆[illegible]☆[illegible]☆

© rasailojaraid.com